کامیاب داعی کے بنیادی اوصاف

از عبدالمنان سلفی

دعوت وتبلیغ

دعوت وتبلیغ وہ مقدس فریضہ ہے' جس کی ادائیگی کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ جاری فرمایا' جنہوں نے انسانوں کی اصلاح وتربیت اور دینی و دنیاوی امور میں ان کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا اور پوری زندگی کار دعوت کیلئے وقف کردی' چونکہ ہمارے آخری نبی جناب محمد رسول ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا' اس لئے علماء کو وارث انبیاء قرار دے کر قیامت تک کیلئے امت کی اصلاح ورہنمائی کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی اور انہیں اس عظیم بار امانت کا حامل قرار دیا گیا اور اس امتیازی وصف کی بنیاد پر امت کو خیر امت کے اعزاز سے بھی نوازا گیا اور اسے دیگر امتوں پر تفوق و برتری بھی حاصل ہوئی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كنتم خير أمة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله﴾ (آل عمران:۱۱۰)

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

دعوت کا بنیادی مقصد

متعدد آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کی روشنی میں دعوت وتبلیغ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ کے سیدھے راستے کی رہنمائی کی جائے' انہیں کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر توحید کی روشنی کی جانب لایا جائے' بندگان الٰہی کو خیر کی دعوت دی جائے' انہیں اچھی چیزوں کا خوگر بنایا جائے اور فواحش ومنکرات اور سیئات ومعاصی سے دور رکھا جائے اور دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی کیلئے اسلام کی واضح تعلیمات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی جائے' قرآن کریم مندرجہ ذیل آیات کریمہ سے کسی حد تک مذکورہ مقاصد کو سمجھا جاسکتا ہے۔

﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير و يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر﴾ (آل عمران:۱۰۴)

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف لائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے۔''

﴿وإنك لتدعوهم إلى صراط مستقيم﴾ (المؤمنون:۷۳)

''یقیناً آپ انہیں راہِ راست کی طرف بلا رہے ہیں۔''

﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة﴾ (النحل:۱۲۵)

''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے۔''

﴿كتب أنزلناه إليك لتخرج الناس من الظلمت إلى النور باذن ربهم إلى صراط العزيز الحميد﴾ (ابراہیم:۱)

''یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں ان کے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔''

دعوت وارشاد کے بنیادی مقاصد میں یہ بھی شامل ہے کہ دنیا میں ایسا صالح معاشرہ وجود میں لایا جائے' جو ہر قسم کے شر وفساد اور ظلم وتمرد سے پاک وصاف اور عدل وانصاف سے مالا مال ہو' جہاں اللہ کی زمین میں خیر اور اعمال صالحہ کی تخم ریزی ہو رہی ہو' معاشرہ کے افراد کو اخوت و بھائی چارگی کا درس دیا جاتا ہو اور امن وشانتی جس کا امتیازی نشان ہو اور جہاں امت کی اصلاح کے ساتھ افراد کی صالح تربیت پر پوراز ور صرف کیا جاتا ہو۔

اس مختصر مضمون میں دعوت وتبلیغ جیسا اہم اور مقدس فریضہ کے انجام دینے والے دعاۃ ومبلغین کے چند بنیادی اوصاف کی نشاندہی بڑے اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے' تاکہ کار دعوت سے وابستہ علماء دین ان کی روشنی میں اپنا جائزہ لے کر دعوت کے فریضہ کو موثر بنانے اور دعوت کو اس کے بنیادی مقاصد سے ہم آہنگ کرنے کی سنجیدہ کوشش کر سکیں۔ واللہ الموفق۔

دعاۃ کے بنیادی اوصاف

دعاۃ کے بنیادی اوصاف کی معرفت کیلئے بنیادی طور سے ہم دعاۃ کی نظر دعوت کے ارکان ثلاثہ پر ہونی چاہئے' ان ارکان کو نظر میں رکھے' بغیر دعاۃ کے اوصاف کما حقہ متعین نہیں کئے جاسکتے' ارکان دعوت یا عناصر دعوت سے مراد مندرجہ ذیل امور ہیں:

۱۔ مدعو إليه (جس چیز کی دعوت دی جارہی ہے' بہ لفظ دیگر دعوت اور مراد اسلام اور اس کی تعلیمات)

۲۔ مدعو (جنہیں دعوت دی جارہی ہے یعنی مخاطب)

۳۔ داعی (جو شخص کار دعوت کا اہم فریضہ انجام دے رہا ہے۔)

انہیں عناصر کو پیش نظر رکھ کر اختصار کے ساتھ کامیاب دعاۃ کے چند بنیادی اوصاف کی نشاندہی کی جارہی ہے۔

۱۔ اخلاص

خلوص وللّٰہیت ہر عمل کی بنیاد ہے اور کار دعوت میں

اس کی اساسی حیثیت مسلم ہے۔ مشہور فرمان نبوی ہے:
﴿انما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ مانوى﴾ (متفق علیہ) کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے' ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس کی نیت ہوگی۔

اس لئے اس اہم دینی ذمہ داری کی انجام دہی میں اخلاص نیت ضروری ہے اور یہ مقدس فریضہ بھی صرف اللہ کی رضا کیلئے انجام دینا چاہئے اور ریا ونمود سے بچنا چاہئے اور خودنمائی اور شہرت سے اجتناب کرتے ہوئے اس کام پر اللہ سے اجروثواب کا امیدوار ہونا چاہئے۔

۲۔ بصیرت اور دعوت کا ٹھوس علم

کامیاب داعی کی دوسری صفت یہ ہے کہ داعی جس چیز کی دعوت دے رہا ہے' اس کی حقانیت کا اسے پختہ یقین ہو اور اس کے اصول ومبادی کا اسے گہرا اور ٹھوس علم بھی ہو۔ ہم چونکہ اسلام کے داعی ہیں' اس لئے ہمیں اسلام کی صداقت پر کامل یقین اور اسلامی شریعت کے بنیادی سرچشموں کتاب وسنت کے علوم سے مکمل واقف اور منہج سلف صالحین سے پوری طرح آگاہ ہونا چاہئے۔

﴿قل هذه سبيلي أدعو إلى الله على بصيرة أنا ومن اتبعني﴾ (یوسف:۱۰۸)

''آپ کہہ دیجئے' میری راہ یہی ہے۔ میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں' پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔''

علماء اور مفسرین نے آیت کریمہ میں ''بصیرۃ'' سے علم وحکمت یعنی قرآن وسنت کا علوم وفنون اور انہیں مناسب انداز میں پیش کرنے کا سلیقہ مراد لیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے اندر ایک باب قائم کر کے علم کی قول وعمل پر اولیت کو ثابت کیا ہے' باب ہے ﴿باب العلم قبل القول والعمل﴾ اور استدلال کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ﴿فاعلم أنه لا إله إلا الله﴾ سے پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ﴿فبدأ بالعلم قبل القول والعمل﴾ ''اللہ تعالیٰ نے علم کا ذکر قول وعمل دونوں سے پہلے کیا۔''

بغیر علم کے اگر کوئی شخص یہ اہم فریضہ انجام دے گا' تو اس کے بڑے بھیانک نتائج سامنے آئیں گے اور سارے جاہل دعاۃ ہدایت کے بجائے انسانوں کی گمراہی کا سبب بن بیٹھیں گے' وہ حدیث جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے علم کے زوال کی پیشین گوئی فرمائی ہے اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ لوگ جاہلوں کو اپنا قائد بنالیں گے' جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے' نتیجہ کے طور پر وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ﴿فافتوا بغير علم فضلوا فاضلوا﴾ اس لئے دعاۃ کو حصول علم میں ہمیشہ مصروف رہنا چاہئے اور جس مسئلہ میں واقفیت نہ ہو' فتویٰ بازی حتیٰ کہ زبان کھولنے سے بھی اجتناب کرنا چاہئے۔

۳۔ قول وعمل میں مطابقت

داعی کی دعوت مدعو کیلئے اس وقت مفید اور موثر ہوگی جب داعی اولاً اس دعوت پر خود عمل پیرا ہو' بصورت دیگر وہ اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہ ہوگا' یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں ایسا کرنے والوں کیلئے سخت وعید یں وارد ہیں۔

﴿يا ايها الذين امنوا لم تقولون مالا تفعلون كبر مقتا عند الله أن تقولوا مالا تفعلون﴾ (الصف:۲'۳)

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں' تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔''

یہودیوں کو ان کی اس مجرمانہ خصلت پر ان الفاظ میں تنبیہ کی گئی:

﴿أتامرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم وأنتم تتلون الكتاب افلا تعقلون﴾ (البقرۃ:۴۴)

''کیا لوگوں کو بھلائیوں کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو' کیا اتنی بھی تم میں سمجھ نہیں۔''

حدیث شریف میں ہے ''قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا' اس کی انتڑیاں اس کے پیٹ سے نکل کر اس کے چاروں طرف ایسے گردش کریں گی' جیسے گدھا رہٹ کے گرد گھومتا ہے' جہنمی اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور دریافت کریں گے کہ اے فلاں تمہارا یہ حشر کیوں ہو رہا ہے' کیا تم اچھی باتوں کا حکم نہ دیتے تھے اور خراب چیزوں سے منع نہ کرتے تھے؟ وہ شخص جواب دے گا کیوں نہیں البتہ میں بھلائی کا حکم تو دیتا تھا' مگر خود اس پر عمل نہ کرتا تھا اور برائی سے منع کرتا تھا' مگر خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔'' (صحیح بخاری' کتاب بدء الخلق باب صفة النار)

امام اعمش نے فرمایا کہ ﴿كان الرجل منا إذا تعلم عشر آيات لم يجاوزهن حتى يعرف معانيهن والعمل بهن﴾ (تفسیر ابن کثیر) یعنی ہم جب دس آیتیں پڑھ لیتے تو اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک کہ ان کو اچھی طرح سمجھ نہ لیتے اور ان پر عمل نہ کر لیتے۔

۴۔ مناسب دعوتی اسلوب کا انتخاب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (النحل:۱۵۲)

''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقہ سے بحث ومجادلہ کیجئے۔''

اسلوب دعوت کے سلسلہ میں اس آیت کریمہ کے اندر دعاۃ کیلئے رہنما اصول بتائے گئے ہیں' اس لئے ہر داعی کو یہ اصول ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنا چاہئے اور دعوت کے باب میں حکمت کے پہلو کو کبھی نظر انداز نہ ہونے دینا چاہئے' بیجا شدت' جلد بازی اور انتہا پسندی کار دعوت کیلئے بیحد نقصان دہ ہے' کچھ لوگ اس کو حق گوئی اور خوش نما نام دیتے ہیں اور اسے افضل الجہاد میں شمار کر لیتے ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے: ﴿افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر﴾ یہ رویہ اسلوب دعوت نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو

نبوت سے سرفراز کرنے کے بعد ان دونوں کو فرعون جیسے ظالم وجابر اور سرکش بادشاہ کے پاس جانے کا حکم دیتے ہوئے اس بات کی تلقین فرمائی:

﴿اذهبا إلى فرعون إنه طغى فقولا له قولا لينا لعله يتذكر أو يخشى﴾ (طٰہٰ:۴۳،۴۴)

"تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ' اس نے بڑی سرکشی کی ہے' اسے نرمی سے سمجھاؤ' شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔"

اس لئے ہر داعی کو حکمت کے ساتھ رفق جیسی صفت بھی اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔ خود قرآن نبی کریم ﷺ کی دعوت کی کامیابی کے اسباب میں اس وصف کو بنیادی سبب قرار دے رہا ہے۔

﴿فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك﴾ (آل عمران:۱۵۹)

"اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔"

نیز حدیث میں بھی ہے:

﴿ما كان الرفق في شيء الا زانه ولا كان العنف في شيء إلا شانه﴾ (مسلم)

"نرمی سے چیزوں میں حسن پیدا ہو جاتا ہے اور بے جا سختی انہیں بدنما بنا دیتی ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

﴿إن الله رفيق يحب الرفق في الأمر كله﴾ (متفق علیہ)

"اللہ رفیق ہے اور ہر معاملے میں رفق و نرمی کو پسند فرماتا ہے۔"

انبیاء کی دعوتی کاوشوں کا جائزہ لیجئے تو ان کا یہ اخلاقی پہلو بہت نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے' جگہ جگہ ان انبیاء نے اپنے شدید تر مخالفین کو پیار بھرے لہجہ اور اسلوب میں یٰقوم یٰقوم کہہ کر پکارا ہے۔

۵۔ صبر و تحمل

رفق و حکمت کے ساتھ داعی کا صبر و تحمل کے وصف سے آراستہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ راہ ہے جو کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ قدم قدم پر داعی کی مخالفت ہوگی' اسے طنز و تعریض کا نشانہ بھی بننا پڑے گا' کبھی روحانی تکلیف کے ساتھ جسمانی اذیت سے بھی دوچار ہونا پڑے گا' مختلف چیلنجز اس کے سامنے آئیں گے' ایسے حالات میں داعی کو صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے اور دل برداشتہ ہو کر اپنے فریضہ سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وكذلك جعلنا لكل نبي عدوا من المجرمين﴾ (الفرقان:۳۱)

"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بعض گنہگاروں کو بنا دیا۔"

ہم وارثین انبیاء اور حاملین دعوت ہیں' اس لئے ہمارے لئے مخالفین اور دشمنوں کا وجود ناگزیر ہے۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يبني أقم الصلاة وأمر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما اصابك إن ذلك من عزم الأمور﴾ (لقمان:۱۷)

"اے میرے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا' اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا' برے کاموں سے منع کرنا اور جو مصیبت تم پر آ جائے صبر کرنا۔ یقین مان کہ یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے۔"

معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بعد صبر و استقامت ضروری ہے اس لئے کہ اس راہ کے راہی کو بہر حال مخالفتوں کا سامنا اور مجرمین کی اذیت کا مقابلہ کرنا ہے' قرآن کریم میں ایک اور مقام پر اللہ رب العالمین نے تواصی بالحق (دعوت) کے ساتھ تواصی بالصبر کا ذکر کر کے اس نکتہ کی جانب اشارہ کر دیا ہے کہ حق کی دعوت دینے والوں پر مشکلات کا آنا ناگزیر ہے اور ایسے وقت میں انہیں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔

جب نبی کریم ﷺ کو خلعت نبوت سے سرفراز کیا گیا اور آپ خوفزدہ ہو کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئے اور صورتحال سے انہیں باخبر کیا تو ورقہ بن نوفل نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا "گھبرائیے نہیں' آپ کو نبی بنایا گیا ہے' اب آپ کی مخالفت ہوگی اور آپ کی قوم آپ کو آپ کے وطن سے نکال دے گی۔"

تو نبی کریم ﷺ نے تعجب سے پوچھا لوگ مجھے نکال دیں گے......؟

تو ورقہ نے فرمایا ﴿لم يات رجل قط بما جئت به إلا عودي﴾ یعنی جو مشن آپ لے کر آئے ہیں' اسے جب بھی کوئی لے کر اٹھا تو اس کے ساتھ دشمنی کی گئی ہے۔" (متفق علیہ)

گویا تاریخ کے تناظر میں علی وجہ البصیرت جو بات ورقہ نے کہی وہ بعد میں حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔

۶۔ داعی کو جلد باز نہیں ہونا چاہئے

دعوت کا فریضہ انجام دینے والے داعی کو اپنی دعوت کے نتائج حاصل کرنے میں بسا اوقات تاخیر ہو سکتی ہے' ایسے وقت میں اس کو اکتا کر اپنا کام بند نہیں کرنا چاہئے' بلکہ پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس فریضہ کی انجام دہی میں مصروف رہنا چاہئے' حضرت نوح علیہ السلام کی دعوتی زندگی اس سلسلہ میں ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

۷۔ اخلاق کریمانہ

اخلاق کی بلندی اور کردار کی پختگی داعی کے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں زبردست معاون ثابت ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ سے پیشتر انبیاء کرام کی دعوت کی کامیابی کے موثر اسباب میں ان کی اخلاقی عظمت کا دخل بڑا نمایاں نظر آتا ہے۔

۸۔ مدعو کے ساتھ خیر خواہی

ایک داعی کو مدعو کی اصلاح و ہدایت کیلئے حریص ہونا چاہئے' ساتھ ہی اپنے اندر مدعو کے تئیں خیر خواہی کا جذبہ ہمہ وقت رکھنا چاہئے۔ ذرا غور کیجئے اللہ کے رسول اپنی قوم کی ہدایت کی دعا کتنے پرسوز انداز میں فرماتے ہیں:

﴿اللهم اهد قومي فإنهم لا يعلمون﴾

نیز آپ اپنی قوم کی ہدایت کیلئے کتنے فکر مند تھے' اس کا اظہار قران کی اس آیت سے ہوتا ہے۔

﴿فلعلک باخع نفسک علی آثارھم إن لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا﴾ (الکھف:٦)

''پس اگر یہ لوگ اس بات (قرآن) پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔''

۹۔ اضافہ علم کیلئے کاوش

کامیاب دعوت کیلئے چونکہ علم ضروری ہے' لہٰذا ہر داعی کو ہمیشہ اپنے علم میں اضافہ کی کوشش جاری رکھنی چاہئے' اس لئے کہ علم کی کوئی انتہا نہیں' خود اللہ کی جانب سے نبی کریم ﷺ کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ اضافہ علم کیلئے اپنے رب سے دعا کیجئے ﴿قل رب زدنی علما﴾

۱۰۔ مخاطب کی زبان اور اس کی نفسیات سے واقفیت

دعوت کی کامیابی کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ داعی مخاطب کی زبان اور اس کی نفسیات' ثقافت' کلچر اور ماحول سے بھرپور واقف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام کا انتخاب انہیں کی اپنی قوم سے ہوا۔ ارشاد ہے:

﴿وما ارسلنا من رسول إلا بلسان قومه لیبین لهم﴾ (ابراہیم:۴)

''ہم نے ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے۔ کہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے۔''

اس میدان میں ہماری کوتاہی بہت نمایاں ہے۔ ہند' نیپال میں دعوت دین کی ذمہ داری سنبھالنے والے ہم میں چند ہی ایسے دعاۃ ہوں گے جو اس بنیادی وصف سے آراستہ ہوں۔

۱۱۔ طلاقت لسانی

مدعو کے سامنے اپنی دعوت موثر انداز میں پیش کرنے کے ذرائع میں قوت گویائی کو اولیت اور اہمیت حاصل ہے' اس لئے جو شخص سلیقہ اور ڈھنگ سے اپنی بات پیش اور اپنی طلاقت لسانی سے مخاطب کو متاثر کر لے جائے' تو اس کی دعوت کا اثر نمایاں ہوگا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لحاظ سے اپنی اس کمزوری کا احساس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

﴿رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی اشدد به أزری کی نسبحک کثیرا ونذکرک کثیرا﴾ (طٰہٰ:۲۵'۳۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا سے طلاقت لسانی کی اہمیت کے علاوہ دعاۃ کے لئے کئی صفات کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ (۱) دعوت پر یقین ہونا چاہئے۔ (۲) کام مشکل ہے' آسانی کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ (۳) بات سمجھانے کیلئے اسپیکنگ پاور اور طلاقت لسانی ضروری ہے۔ (۴) دعوت کیلئے باہمی تعاون اور ہر ایک کی صلاحیت سے استفادہ ناگزیر ہے۔ (۵) مقصد دعوت کثرت تسبیح و ذکر ہے۔

۱۲۔ دعوت کا کام تدریجاً انجام پانا چاہئے اور اس میں ﴿الاھم فالاھم﴾ کا اصول پیش نظر رکھنا چاہئے' اس سلسلہ میں معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہمیں رہنمائی مل رہی ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں یمن کی جانب داعی' قاضی اور عامل بنا کر بھیجتے ہوئے مندرجہ ذیل رہنما اصول بتائے:

﴿إنک تقدم علی قوم من أھل الکتاب فلیکن أول ماتدعوھم إلی أن یوحدوا الله تعالیٰ فإذا عرفوا ذلک فاخبرھم أن الله فرض علیھم خمس صلوات فی الیوم واللیلة فاذا صلوا فاخبرھم أن الله قد فرض علیھم زکاة فی أموالھم تؤخذ من أغنیاء ھم وترد علی فقراء ھم﴾ (الحدیث)

۱۳۔ مدعو کی ضرورت کا خیال کر کے دعوت کا فریضہ انجام دینا چاہئے۔ مثلاً جہاں بدعت کا چلن نہ ہو' سب موحد ہوں' مگر عمل میں کوتاہ ہوں۔ وہاں رد بدعت پر تقریر اور درس کی ضرورت نہیں' بلکہ وہاں اعمال صالحہ کی ترغیب دی جانی چاہئے۔ وقت اور حالات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ مثلاً رمضان کے مہینہ میں کربلا کے واقعات اور عید الفطر کے خطبہ میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلاۃ والسلام کے واقعات لوگوں کے ذہن کو اپیل نہیں کریں گے' اسی طرح داعی کو مدعو کے ذہنی اور فکری معیار کے مطابق گفتگو کرنی چاہئے۔

۱۴۔ انکار منکر کیلئے مناسب ذرائع کا استعمال

حکمت کے وسیع مفہوم کا تقاضا ہے کہ انکار منکر کیلئے مناسب ذرائع استعمال کئے جائیں اور مناسب ذرائع کی تعیین داعی کی اپنی حیثیت اور سماج میں اس کی پکڑ پر موقوف ہے' جو طاقت استعمال کر سکتا ہے' وہ اس کا مظاہرہ کرے' بشرطیکہ اس کے استعمال کی حاجت ہو۔ ورنہ زبان کو حرکت میں لائے اور سب سے آخری درجہ میں سن کر دل سے برا جانے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

﴿من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده فإن لم یستطع فبلسانه فإن لم یستطع فبقلبه وذلک أضعف الإیمان﴾ (مسلم)

۱۵۔ مناسب وقت اور ماحول کا انتظار

حکمت کا تقاضا ہے کہ داعی انکار منکر کیلئے مناسب وقت کا انتخاب کرے' مثلاً اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے بھائی کی غیبت کرنے والوں کو کچھ دیر بعد تنبیہ کی اور فرمایا کہ فلاں فلاں کہاں ہیں......؟ تم وادی میں جا کر مرے ہوئے گدھے کا گوشت نوچ کر کھاؤ۔

۱۶۔ انکار منکر کبھی صراحتاً اور کبھی اشارۃً دینا چاہئے' مصلحت کا جیسا تقاضا ہو' دونوں چیزیں ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب نماز لمبی کی اور ایک تھکے ماندے کسان صحابی نے نماز چھوڑ کر گھر کی راہ لی اور صبح نبی کریم ﷺ سے اس بات کی شکایت کی تو آپ نے حضرت معاذ کو مخاطب کر کے کہا:

﴿افتان أنت یا معاذ؟﴾

اور کہیں یہ بھی ہے کہ جب آپ کسی کے اندر برائی دیکھتے تو براہِ راست اس کو مخاطب نہ کر کے عمومی نصیحت فرماتے کہ:

﴿مابال أقوام يفعلون كذا او يقولون كذا﴾
کہ کیا بات ہے' کچھ لوگ ایسا کر رہے ہیں یا کہہ رہے ہیں......؟

۱۷۔ مناسب موقعہ اور وقت سے استفادہ

داعی کو اپنی دعوت پیش کرنے کیلئے مناسب وقت اور موقعہ کی تاک میں رہنا چاہئے اور دعوت کیلئے ایسا وقت منتخب کرنا چاہئے' جب لوگوں کے دل میں نشاط ہو اور وہ قبول حق کیلئے آمادہ ہوں' جیسا کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ "دلوں میں کبھی رغبت پائی جاتی ہے اور کبھی بے رغبتی' اس لئے رغبت ونشاط کے وقت دلوں کو پکڑو اور جب ان میں بے رغبتی (ہوتو) چھوڑ دو۔"

چنانچہ خود حضرت ابن مسعودؓ کا معمول تھا کہ وہ ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے' ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ہر روز ہمیں نصیحت فرماتے۔ حضرت ابن مسعود نے جواب دیا کہ "روزانہ نصیحت کرنے سے یہی چیز مانع ہے کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں تمہیں اکتاہٹ میں مبتلا نہ کردوں' میں ناغہ کرکے تمہیں وعظ کہتا ہوں جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ وقفہ وقفہ سے ہمیں نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ مبادا ہم اکتا نہ جائیں۔" (متفق علیہ)

۱۸۔ مناسب وسائل کا استعمال

حسب صلاحیت' حسب استطاعت اور حسب حاجت مناسب ذرائع کا استعمال ہر داعی کیلئے ضروری ہے' اس لئے تعلیم وتدریس' خطبہ جمعہ' دروس' محاضرات' مضمون نگاری' صحافت اور تصنیف وتالیف جیسے ذرائع اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ زمانہ میں مروج ذرائع ابلاغ ریڈیو' ٹی وی' انٹرنیٹ اور ویب سائٹ وغیرہ کے استعمال بھی اسلامی دعوت کیلئے وقت کی ناگزیر ضرورت ہے' جنہیں نظر انداز کرکے اسلامی دعوت کو کامیابی سے ہمکنار کرنا بڑا مشکل ہے۔

بقیہ۔ زبان سے نیت

آنحضرت ﷺ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے عربی زبان میں بھی منقول نہیں ہے' لہٰذا عربی زبان میں بھی یہ جائز نہیں ہے اور اگر ہم خود ہی ان اردو الفاظ کو عربی بنا کر بولیں گے تو یہ پھر مزید بدعت کا راستہ کھل جائے گا' جیسا کہ:

﴿وبصوم غد نويت من شهر رمضان﴾

جیسے الفاظ کا یہی حکم ہے اور آج کل بھی مفتی اعظم سعودی عرب کا یہی فتوی ہے کہ یہ عمل جائز نہیں ہے۔

اگر مزید غور کیا جائے تو پھر یہ نیت بھی نامکمل ہے کیونکہ نمازی نے مسجد کا نام' گلی محلے اور ملک کا نام ذکر نہیں کیا چاہئے تو یہ تھا کہ ملائکہ کو مکمل ایڈریس لکھوا دیا جائے۔ حقیقت میں یہ سب کچھ بیکار اور لغو ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ﴿عليم بذات الصدور﴾ ہیں' وہ جانتے ہیں کہ آپ دکان سے کس لئے اٹھے ہیں اور گھر سے کس لئے نکلے ہیں۔

﴿ان الله لا يخفى عليه شيء في الارض ولا في السماء﴾

بعض لوگ امام صاحب کے ساتھ زبان سے چار رکعات نماز ادا کرنے کی نیت کرتے ہیں' مگر دل (جو نیت ہے) میں ہوتا ہے کہ ابھی نماز توڑ کر جوتا اٹھا کر بھاگوں گا' اس کی صحیح نیت اور دلی ارادہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس کی زبان دل موافق نہیں ہے۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ زبان سے چار رکعات کی نیت ہوتی ہے' مگر امام صاحب ایک یا دو رکعت ادا کرچکے ہیں' یہاں تو کہنا ہوگا کہ دو رکعات الگ اسلام پھیرنے کے بعد ادا کرونگا۔ بعض مرتبہ کوئی آدمی کہتا ہے کہ یہ کام کرنے کی میری نیت ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دلی ارادہ کو زبان سے بیان کر رہا ہے' زبان سے بیان کرنے سے پہلے دل میں وہ بات آئی ہے' جس کا نام ہوتا ہے "نیت"۔ معلوم ہوا یہ فعل عقلاً بھی ممنوع اور ناجائز ہے' نیت صرف دل کے ارادے کا نام ہے اور دل ہی میں کرنی چاہئے۔

آپ پاکستان کے کسی بھی صوبہ، شہر
قصبہ یا گاؤں میں بستے ہوں گھر بیٹھے
ٹیلی فون پر رہنمائی حاصل کیجئے

دینی' روحانی' معاشی' معاشرتی اور کاروباری
مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل

فتاویٰ آن لائن

مفتی سماحۃ الشیخ مولانا محمد اسحاق حفظہ اللہ تعالیٰ

ہر اتوار عصر تا مغرب

پورے پاکستان سے کال کرنا بالکل مفت
ٹول فری فون

0800-11777

تحریری فتویٰ کے حصول کیلئے سوال
خوشخط اور واضح اپنے جوابی ایڈریس کے
ساتھ ارسال فرمائیے۔

مزید معلومات اور رابطہ کیلئے

میاں طاہر
موبائل 0304-3010777

مرکز الحرمین الاسلامی
گلبہار کالونی ستیانہ روڈ فیصل آباد۔ پاکستان
فون: +92-41-8540900